AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
المصباح ریسرچ جرنل
ISSN (Online): 2790-8828. ISSN (Print): 2790-881X.
Volume III, Issue III
Homepage: https://reinci.com/ojs3308/index.php/almisbah/index
Category Y
Link: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089437#journal_result

Article: واقعہ صلیب کا مسلم تناظر میں تحقیقی جائزہ

Authors & Affiliations:
[1] ***Hafiz Abdul Waheed Channa***
PhD Scholar, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.
[2] ***Dr Jabeen Bhutto***
Assistant Professor, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.
Email Add: [2]jabeen.bhutto@usindh.edu.pk
ORCID ID: [2]https://orcid.org/0000-0003-0617-7723

Published: 16-08-2023
Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.10359710
Citation: Hafiz Abdul Waheed Channa, and Dr Jabeen Bhutto. 2023. " واقعہ صلیب کا مسلم تناظر میں تحقیقی جائزہ: A RESEARCH REVIEW OF THE EVENT OF THE CROSS IN THE MUSLIM CONTEXT". AL MISBAH RESEARCH JOURNAL 3 (03):93-105.

Copyright's info: Copyright (c) 2023 AL MISBAH RESEARCH JOURNAL
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Published By: Research Institute of Culture and Ideology, Islamabad.

INDEXATIONS
Asian Research Index
International Scientific Indexing
EuroPub
Academic Resource Index ResearchBib
BASE
DRJI
OCLC WorldCat
Root Indexing
Google Scholar

REINCI

واقعہ صلیب کا مسلم تناظر میں تحقیقی جائزہ

A RESEARCH REVIEW OF THE EVENT OF THE CROSS IN THE MUSLIM CONTEXT

*Hafiz Abdul Waheed Channa
**Dr Jabeen Bhutto[2]

ABSTRACT

The event of the cross has been under debate among the different schools of thought of different religions for hundreds of years. They all have different points of view and different assumptions. It is the religion of Islam that provides detailed information and rational thought about the event of the crucifixion of Jesus (Peace be upon him). The cross, in the context of Islam, primarily refers to the crucifixion of Jesus (Isa in Arabic), a significant figure in both Christianity and Islam. This research paper aims to provide comprehensive research-based analysis of the event of the cross, so-called the crucifixion of Jesus (Isa), within the Muslim context. It delves into Islamic beliefs, interpretations, historical accounts, and theological perspectives surrounding this pivotal event. Through an analysis of primary Islamic sources and scholarly works, this paper throws light on how Muslims consider the event of the crucifixion of Jesus (Peace be upon him).

Keywords: Crucifixion of Jesus, Islam, Christianity, Islamic Sources, Cross.

تعارف:

قرآن کریم کے بیان کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو نہ ہی قتل کیا گیا اور نہ ہی صلیب دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی مبینہ موت کی واضح نفی کی ہے اور اس معاملے میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کے مؤقف کو رد کر دیا ہے۔ قرآن کریم صریح الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو صلیب نہیں دی گئی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی طور پر انہیں آسمان پر اٹھالیا تھا۔ چودہ صدیوں سے امت مسلمہ کا یہ متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے اور آج بھی چند متفرد گروہوں کے علاوہ اہل اسلام کی اکثریت اسی عقیدے کو مانتی ہے۔ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی ہستی کا واحد یہی پہلو ہے جس پر مسلمان و عیسائی کسی حد تک مشترک عقیدہ رکھتے ہیں۔

---

* PhD Scholar, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.
** Assistant Professor, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.

واقعہ صلیب کی وجوہات اسلامی تناظر میں

سابقہ ادوار میں جتنے انبیاء کرام حق کا پیغام لے کر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اس حق پر جمع کرنے کی سعی کی تو جہاں سے لوگوں کی ان کی دعوت کو قبول کیا وہیں اکثریت نے ان کے پیغام سے روگردانی کرتے ہوئے ان کی مخالفت بھی کی۔ ہر دور میں نبیوں کے مخالفین میں سرفہرست مقتدر طبقہ رہا ہے چنانچہ یہ تاریخی تسلسل حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے دور میں بھی برقرار رہا اور اس عہد کے یہودی اس گمانِ محض میں مبتلا ہوگئے کہ صرف وہی خدا کے مقرب، چنیدہ اور چہیتے ہیں۔ دیگر اقوام کی نسبت یہودیوں میں قومی امتیاز و برتری کا عنصر کچھ زیادہ تھا جس کی وجہ سے وہ خود کے ماسوا ہر قوم کو دائمی ناپاک (Gentils) متصور کرتے تھے۔ شریعتِ نوح (Noahid Law) کو بنیاد بنا کر یہودیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ طوفانِ نوح کے بعد تمام خدائی برکتوں اور انعامات کا وعدہ عام انسانیت کے بجائے صرف بنی اسرائیل کے ساتھ ہی کیا گیا ہے۔[1] یہودیوں کی اس فکر نے یہودیت کو عالمگیر کے بجائے ایک قومی مذہب بنا دیا جس کی وجہ سے اس کی تبلیغ بھی ممنوع ٹھہری اور یہ مذہب اپنی آفاقیت کھو کر ایک مخصوص نسل اور قوم کا مذہب بن کر رہ گیا۔ قرآن کریم کے مطابق انبیا کرام علیہم السلام کی ایذا رسانی کرنا اور ان کو قتل کرنا یہودیوں کی نظر میں معمولی سی بات تھی اور احکامات الٰہیہ سے انحراف کرنا ان کی رگ رگ میں سرایت کر چکا تھا۔ جب حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام بنی اسرائیل میں دعوتِ حق کے لیے مبعوث کیے گئے تو یہودیوں کے طبقہ اشرافیہ و مذہبی پیشواؤں نے اپنی فطرتِ قدیمہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا حریف اور دشمن متصور کرنا شروع کر دیا۔ ان کے تکبر کا یہ عالم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یروشلم میں آمد کے موقع پر ان کا خطبہ سن کر ایمان لانے کے بجائے یہودی یہ کہنے لگے کہ اس بچے نے کہاں سے یہ سب حکمت سیکھ لی حالانکہ کل تک تو یہ بڑھئی تھا؟[2]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام کے روحانی اصولوں پر یہودی قوم کی زندگیوں کو استوار کرنا چاہتے تھے کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے عالمی پیغام میں متاخر امتوں کو اسی طریق پر چلنے کی تاکید کی گئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودی مذہب کو عالمگیر اصولوں پر تشکیل دینا چاہتے تھے جو کہ یہودیوں کے گھڑے ہوئے فضیلت و شرافت کے بالکل مخالف بات تھی۔ یہیں سے یہودیوں نے آپؑ کی مخالفت شروع کی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر پسندانہ سوچ اور بڑھتی ہوئی مقبولیت سے ان کے اقتدار کو شدید خطرہ نظر آرہا تھا۔ چنانچہ ان کے دلوں میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے خلاف نفرت بڑھنے لگی اور پھر یہود کا کینہ و حسد اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے آپؑ کے قتل کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عام لوگوں میں تبلیغ کرتے تھے تو اس بات کو بنیاد بنا کر یہودیوں نے ان پر یہ الزام لگایا کہ آپؑ یہودیت کے باغی ہیں اور لوگوں کو بھی بغاوت پر اکسا رہے ہیں اور تورات کے مطابق باغی کی سزا قتل ہے۔[3]

انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے یہودی پیشواؤں کے طرز زندگی اور کردار پر تنقید کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور ان کو ریاکار، مکار اور سانپ کی اولاد جیسے سخت القابات سے نوازا۔ ہیکل کے صحن میں یہودیوں نے باقاعدہ پورا بازار قائم کر رکھا تھا جو کہ خدا کے گھر کے تقدس کے بالکل خلاف تھا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سمیت ہیکل کے دکان داروں کے خلاف عملی قدم اٹھایا اور ان کو ہیکل کے صحن سے نکال باہر کیا۔ آپؑ نے اسی پر اکتفانہ کیا بلکہ یہودیوں کی بداعمالیوں کو دیکھتے ہوئے عنقریب یروشلم شہر کی تباہی و بربادی کی پیش گوئی بھی کر دی۔[4]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سخت تنقید کی وجہ سے یہودی آپؑ کے اس قدر دشمن ہوگئے کہ آپؑ کی جان لینے کے درپے ہو گئے۔[۵] چنانچہ یہودیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام پر مختلف الزامات لگانے شروع کر دیئے اور یہاں تک کہہ دیا کہ وہ خود کو ابن خدا کہتے ہیں۔[۶] اس طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف الزامات کی فہرست تیار کی اور حاکم وقت کے پاس جاکر اسے ورغلانے لگے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں روکا گیا تو وہ جلد ہی اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے داؤد علیہ السلام کی حکومت کی بحالی کا بھی اعلان کر دیں گے اور آپ کی بادشاہت ختم ہو جائے گی۔[۷] یہ سن کر حکمران نے آپؑ کی گرفتاری کا حکم نامہ جاری کر دیا اور یہودی یہ منظر دیکھنے کے لیے جمع ہونا شروع ہو گئے کہ کس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا جائے گا۔[۸]

حضرت عیسیٰؑ اور ان کے متبعین کی یہودیوں سے دشمنی صلیب مسیحؑ کے بعد بھی ختم نہیں ہوئی بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی کے بعد جب یہودی روایات کی کتاب "تالمود" کو مدون کیا گیا تو اس میں جابجا حضرت عیسیٰؑ اور ان کے پیروکاروں پر غیر اخلاقی اور نازیبا الزامات عائد کیے گئے جس کے مطابق نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ یوسف نجار کی ناجائز اولاد تھے اور وہ غیر صادق، مجنون اور ساحر تھے اسی لیے ان کی تدفین میں ایک نالے میں کی گئی۔ اس کے علاوہ بھی تالمود میں متعدد مقامات پر حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے گستاخانہ مواد موجود ہے۔[۹] حضرت عیسیٰؑ کے علاوہ ان کے ساتھیوں اور پیروکاروں کے لیے بھی تالمود میں نہایت سخت الفاظ وارد ہوئے ہیں جس کے مطابق تمام مسیحی مشرک، بت پرست، فاسق، قاتل اور کتوں سے بھی بدتر ہیں۔[۱۰]

قرآن کریم اور واقعہ صلیب

مبینہ واقعہ صلیب عیسائیت کی مذہبی تاریخ کا اہم ترین موڑ ہے کیونکہ یہاں آکر عیسائیت یہودیت سے راہیں جدا کر لیتی ہے۔ صلیبِ مسیحؑ کا واقعہ شروع سے ہی مشکوک اور اختلافی رہا ہے۔ نزول قرآن کے وقت تک عیسائیوں میں اس واقعے کے متعلق کوئی ٹھوس اور اتفاقی رائے موجود نہیں تھی بلکہ مختلف عیسائی فرقوں نے اس واقعے کی الگ الگ تشریحات کر رکھی تھیں اور اس واقعہ کی بنیاد پر اپنے مذہبی عقائد بھی تشکیل دے دیئے تھے۔ بہت سے لوگ تو اس بات کے ہی منکر تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب ہوئی ہے یا صلیب مسیح جیسا کوئی واقعہ اس وقت پیش آیا ہو۔

کسی طاقتور فرقے کے عقائد کی روشنی میں بنائے گئے واقعات کو درست تاریخ قرار نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی اس کے ذریعے درست حقیقت تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ واقعہِ صلیب مسیح کے بارے میں اس وقت کے معاشرے میں درجنوں روایات پھیلی ہوئی تھیں جو نزول قرآن کے وقت تک کسی حد تک موجود تھیں چنانچہ قرآن مجید نے اس متعدد روایات میں سے درست روایت کی تصدیق کرتے ہوئے واقعہ صلیب مسیحؑ کی حقیقت کو پوری طرح کھول دیا ہے کہ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے نہ ہی صلیب پر چڑھایا اور نہ ہی وہ ان کو قتل کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی جانب اٹھالیا۔ غالب عیسائی گروہ چونکہ پولوسی نظریات کے زیر اثر تھے لہٰذا وہ اس قسم کی روایت کی صحت کے قائل نہ تھے بلکہ ان عیسائیوں نے فقط انہی روایات کو مستند قرار دے رکھا تھا جو ان کے نظریات کے عین مطابق تھیں اور انہی روایات و نظریات کو حکومت کے ذریعے نافذ بھی کرر کھا تھا۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Sep-2023.
Page no: 93-105

”وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًۢا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِـــيْمًا“

”اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو خدا کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے۔(خدا نے انکو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور خدا غالب اور حکمت والا ہے“[11]

صلیب مسیح کے واقعہ کے بارے میں قرآن مجید کا مؤقف کوئی انفرادی یا انوکھی رائے نہیں ہے بلکہ یہ قدیم عیسائی روایات میں سے درست روایت کی تصدیق ہے جو بظاہر مروجہ عیسائیت کے خلاف جاتی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی الٰہی کے ذریعے اسی قدیم عیسائی روایت کو درست قرار دیا ہے جو عیسائی حلقوں میں رائج رہ چکی تھی۔ اناجیل اربعہ کے مؤقف کے خلاف قرآن مجید کا بیان قدیم عیسائی فرقے باصلیدی کے نظریات سے مماثلت رکھتا ہے جو صلیب مسیحؑ کے منکر تھے۔[12] مولانا عبدالماجد درآبادی اس ضمن میں لکھتے ہیں۔

”ایک یورپین فاضل (DeBenson) ڈی بنسن نے پچھلی صدی عیسوی میں ایک مختصر لیکن فاضلانہ کتاب اسلام یا حقیقی مسیحیت "Islam or True Christianity" کے نام سے لکھی تھی۔ اس کے صفحہ ۱۴۳ کے حاشیہ میں اس نے قدیم مسیحی فرقوں میں سے متعدد کا نام لے لے کر لکھا ہے کہ فلاں فلاں فرقہ کا عقیدہ مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کا تھا نہ کہ وفات مسیح کا جس پر اب عیسائی صدیوں سے جمے چلے آرہے ہیں۔“[13]

قرآن مجید کے مطابق یہودیوں کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیگر انبیاء سابقہ کی طرح نعوذ باللہ قتل کرنے کی کوششیں کی گئیں تھی مگر ایسی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ یہودی یہ دعویٰ کرتے تھے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے مگر قرآن مجید یہود کی تردید کرتے ہوئے اس نکتے پر زور دیتا ہے کہ یہودی اپنے اس دعوے میں غیر صادق اور غلط ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو قتل کیا ہے حالانکہ صلیب کا واقعہ روز اول سے ہی مشکوک رہا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ النساء میں یہی بات بیان کی گئی ہے کہ یہودیوں کا دعویٰ کسی حتمی علم کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ یہ فقط ان کا گمان محض ہے۔ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش ضرور کی تھی مگر وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو گئے۔[14]

چاروں انجیلوں میں عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب کے جرم میں رومیوں کو یہودیوں کا برابر کا شریک دکھایا گیا ہے مگر قرآن مجید رومیوں کے خلاف کوئی الزام عائد نہیں کرتا بلکہ فقط یہودیوں کو ہی مورد الزام ٹھہراتا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہودی چاہتے تھے کہ وہ آنے والے المسیح کے ذریعے دنیاوی سلطنت کو حاصل کر لیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ المسیح کوئی لڑاکا جنگجو لیڈر ہو گا جو یہودی قوم کو رومیوں کی غلامی سے نکال کر یہودیوں کی حکومت و سلطنت کو بحال کرے گا۔ دوسری طرف عیسیٰ علیہ السلام تھے جو سیاسی مقاصد کے لیے کوششیں کرنے کے بجائے روحانی

استاد اور نبی تھے۔ یہودیوں کو کسی بھی ایسے روحانی پیغام سے سروکار و دلچسپی نہ تھی جس کا اعلان عیسیٰ مسیح علیہ السلام کر رہے تھے۔ اسی وجہ سے انہوں نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو بطور المسیح و نبی قبول نہیں کیا تھا حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زبردست معجزے دیکھ کر بھی وہ ایمان لانے سے باز رہے۔ عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی مادی خواہشات کی تکمیل کرنے کے بجائے ان کی روحانی اصلاح میں مصروف تھے اور اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے بیت المقدس میں داخل ہو کر وہاں ہونے والے خلاف شرع کاموں کی مخالفت کی اور مقدس جگہ کی بے حرمتی کرنے والوں کو وہاں سے زبردستی بے دخل کر دیا۔ عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا یہ عمل یہودیوں کی مذہبی قیادت و نظریات سے بالکل متضاد تھا بلکہ یہودیوں کے ذہن میں موجود المسیح کے تصور سے بھی مختلف تھا۔ اس وجہ سے یہودی ان کے خون کے پیاسے ہو چکے تھے اور ان کو قتل کرنے کے درپے تھے۔ یہودیوں کے برعکس رومیوں کو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ رومی بت پرست مشرک تھے اور انہیں یہودی شریعت اور اس سے متعلقہ امور سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یروشلم کا مقامی رومی گورنر تو عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو جانتا بھی نہیں تھا اور نہ ہی اس نے کبھی ان کا نام سنا تھا۔ رومی گورنر نے تفتیش کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو بے گناہ قرار دے کر چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا تھا مگر گورنر کے سامنے موجود یہودی مجمع چیخ چیخ کر گورنر سے مطالبہ کر رہا تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب دے اور اگر وہ بے گناہ بھی ہیں تو ان کے خون کا جرم ان یہودیوں اور ان کی اولاد کی گردن پر ہو گا۔ یوں انہوں نے گورنر کو مجبور کیا کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کی سزا سنائے۔ یہودیوں کی اسی روش کی وجہ سے قرآن کریم نے ان کو مجرم کہا ہے۔[۱۵]

اسرائیلیات

نبی اکرم ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب اسلام عرب کے مختلف شہروں میں پھیلنا شروع ہوا تو مختلف قومیتوں اور قبیلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے۔ ان نومسلمین میں بہت بڑی تعداد عیسائیوں کی تھی جن میں توحیدی اور تثلیثی دونوں قسم کے عیسائی شامل تھے۔ قبول اسلام کے بعد ان نووارد مسلمانوں نے اپنی کتب مقدسہ میں موجود روایات کو عام لوگوں میں نقل کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ یہ روایات امور دینیہ سے تعلق نہیں رکھتی تھیں لہذا مفسرین نے ان روایات کو قبول کر کے تفسیر کے ضمن میں لکھنا شروع کر دیا اور اس طرح سے اسرائیلی روایات کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کی تفاسیر میں شامل ہو گیا جس میں واقعہ صلیبِ مسیح کے بارے میں بھی روایات شامل ہیں۔[۱۶] اسرائیلی روایات کو بیان کرنے میں چار افراد خاص طور پر مشہور ہیں اور تفاسیر میں موجود اسرائیلی روایات کا بڑا حصہ انہی حضرات سے مروی ہے۔ ان حضرات میں سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، کعب احبارؒ، عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اور وہب بن منبہ شامل ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں لہذا ان کی بیان کردہ روایات ہر قسم کی تنقید سے پاک ہیں جب کہ ان کے علاوہ باقی تین اشخاص بعض کے نزدیک مقبول ہیں جبکہ بعض اہل علم ان کو غیر ثقہ قرار دیتے ہیں۔[۱۷]

اسرائیلیات کی سندی حیثیت

آمد اسلام کے کچھ عرصہ بعد بے شمار اسرائیلی روایات مسلم تفسیری ادب میں شامل ہو چکی تھیں چنانچہ امت مسلمہ میں موجود وقت کے محدثین اور اہل علم حضرات نے ان روایات پر خوب تحقیق کی اور چھان بین کے بعد نہ صرف اسرائیلیات میں موجود موضوع اور غیر صادق

روایات کی نشاندہی کی بلکہ ان روایات کی صداقت کی جانچ پڑتال کرنے کے لیے باقاعدہ معیار بھی مقرر کر دیا جس کی مدد سے ہر اسرائیلی روایت کی استنادی حیثیت کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔[۱۸] مسلم محققین نے اسرائیلی روایات کو تین اقسام میں منقسم کیا ہے جن میں سے ہر روایت پر محدثین نے الگ حکم لگایا ہے۔

اول قسم کی اسرائیلیات میں وہ روایات شامل ہیں جن کی تصدیق و توثیق قرآن مجید اور صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔اس قسم کی اسرائیلیات پر علما کا اتفاق ہے کہ یہ درست ہیں۔ دوسری قسم کی اسرائیلیات میں وہ روایات شامل ہیں جن کا غیر صحیح ہونا خارجی دلائل سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس قسم کی روایات بالاتفاق باطل اور مردود ہیں جب کہ اسرائیلیات کی تیسری قسم میں وہ اسرائیلیات شامل ہیں جن کے متعلق صدق و کذب کا ہونا خارجی دلائل سے ثابت نہ ہو۔اسرائیلیات کی اس قسم میں نبی مکرم ﷺ کا مبارک ارشاد ہے کہ ان روایات کی نہ تصدیق کرو اور نہ ہی ان کو جھٹلاؤ۔ البتہ ان روایات کو بیان کیا جاسکتا ہے۔[۱۹]

اسلامی تفاسیر میں واقعہ صلیب

قرآن کریم کے مطابق واقعہ صلیب مشکوک اور اختلافی واقعات میں سے ہے لہٰذا اس واقعہ کے بارے میں تفسیروں میں موجود اسرائیلی روایات اتنی ہی مختلف فیہ ہیں جتنی عیسائیت کے مذہبی ادب میں ہے۔ قدیم عیسائیوں کے مذہبی ادب میں ایسی کوئی متفقہ روایت موجود نہیں جو عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی صلیب کا واقعہ انجیلی روایات کے مطابق خبر دیتا ہو۔ اس قدیم مذہبی ادب میں واقعہ صلیب کے بارے میں بے شمار اختلافی اقوال موجود ہیں جو اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ صلیب کا معاملہ ابتدائی عیسائیوں کے لیے بھی اختلافی اور متنازع ہی تھا۔ کچھ عیسائیوں کے مطابق عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی جگہ ان کے ہم شکل شخص کو صلیب دی گئی تھی۔ کچھ عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو اگرچہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا مگر ان کی موت صلیب پر نہیں ہوئی تھی بلکہ بعد ازاں انہیں صلیب سے شدید زخمی حالت میں اتار لیا گیا تھا۔ کچھ عیسائیوں کا یہ بیانیہ تھا کہ وہ صلیب پر مر چکے تھے مگر کچھ وقت بعد پھر سے زندہ ہو گئے۔ زندہ ہونے کے بعد انہوں نے کافی بار اپنے شاگردوں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں مختلف نصائح اور ہدایتیں دیتے رہے اور پھر ان کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔ اس جیسے مختلف متنازع اقوال و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شروع سے ہی مشکوک ہے کیونکہ اگر عیسائیوں کے پاس اس بارے میں درست معلومات ہوتیں تو ان میں اس واقعہ کے متعلق اتنی زیادہ اختلافی باتیں نہیں ہوتیں۔[۲۰]

تفسیر کبیر کے مصنفؒ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۵۴ کے ضمن میں اسرائیلی روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام قتل کرنے کا مضبوط ارادہ کر لیا تھا مگر رب کریم نے تدبیر کرتے ہوئے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔ یہودی ان کو لازمی قتل کرنا چاہتے تھے مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے ساتھ تھے اور ذرا سی دیر کے لیے بھی ان سے جدا نہ ہوئے تھے۔ جب یہودیوں نے برا ارادہ کیا اور وہ اس گھر تک پہنچ گئے جہاں عیسیٰ مسیح علیہ السلام موجود تھے تو حضرت جبرائیلؑ نے حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو ایک روشن دان سے گھر سے باہر نکال لیا اور اس کمرے میں موجود دوسرے شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈال دی۔ چنانچہ یہودیوں نے اسی ہم شکل شخص کو پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا۔[۲۱]

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

تفسیر کبیر میں موجود اس روایت سے ملتی جلتی ایک اسرائیلی روایت عیسائیت کے مذہبی ادب میں بھی پائی جاتی ہے۔ ایسی روایت قدیم عیسائیوں میں مروج "انجیل برناباس" میں پائی جاتی ہے۔ انجیل برناباس کے مطابق جب یہودی عیسیٰ مسیحؑ کو پکڑنے کے لیے وہاں پہنچ گئے جہاں وہ اپنے ساتھیوں سمیت موجود تھے تو اللہ تعالیٰ نے چار فرشتے جبرئیل، رفائیل، میخائل اور اوریل کو بھیجا۔ یہ چاروں فرشتے عیسیٰ مسیحؑ کو وہاں سے نکال کر آسمان پر لے گئے اور انہوں نے یہوداہ اسکریوطی کی شکل کو عیسیٰ مسیحؑ جیسا بنا دیا چنانچہ یہودیوں نے یہوداہ اسکریوطی عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا اور ان کو پکڑ کر صلیب پر لٹکا دیا۔[۲۲] اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر کبیر میں منقول اسرائیلی روایات مسلم تفسیر لکھے جانے سے قبل ہی عیسائی ادب اور معاشرے میں موجود تھی جو بعد میں مسلم تفاسیر میں بھی شامل ہو گئی۔

تفسیر طبری میں واقعہ صلیب مسیحؑ سے متعلق روایت موجود ہے جو وہب بن منبہؒ سے منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق عیسیٰ مسیح علیہ السلام اپنے سترہ اٹھارہ ساتھیوں کے ساتھ ایک گھر میں پہنچے تو یہودیوں نے اس گھر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور جیسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہودی اس گھر میں داخل ہوئے تو رب کریم نے وہاں موجود تمام شاگردانِ عیسیٰؑ کی شکلوں کو عیسیٰ علیہ السلام جیسا بنا دیا۔ یہ دیکھ کر یہودی پریشان ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم نے ہم پر جادو کر دیا ہے۔ تم عیسیٰ مسیحؑ کو فوراً ہمارے حوالے کر دو ورنہ تم سب قتل کر دیئے جاؤ گے۔ اس وقت عیسیٰ مسیحؑ نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم میں سے کون پسند کرتا ہے کہ اپنی جان کے بدلے جنت خرید لے۔ ان کے ایک ساتھی نے اس پیشکش پر آمادگی ظاہر کی اور اس نے یہودیوں کو جا کر کہا کہ میں ہی عیسیٰ مسیح ہوں۔ اس وقت تک اس شاگرد کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو چکی تھی لہٰذا یہودیوں نے اس کو پکڑ کر مار ڈالا اور پھر صلیب پر لٹکا دیا۔ کچھ یہودیوں کو شک تھا کہ یہ بندہ عیسیٰ مسیحؑ نہیں ہے مگر اکثریت یہ سمجھ رہی تھی کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو قتل کر دیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسی دن عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھا لیا تھا۔[۲۳] اس روایت کی اگر تطبیق کی جائے تو یہ صورت حال بنتی ہے کہ یہوداہ اسکریوطی نے خود کو عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ پیش کیا تھا۔ انجیل یہوداہ کے مطابق یہوداہ اسکریوطی عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا رازدار اور خاص شاگرد تھا۔ یہوداہ کو عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے وہ سب سکھایا تھا جو دوسرے شاگردوں کو نہیں سکھایا تھا۔[۲۴] تاہم یہ تطبیق بھی محض مفروضہ ہے کیونکہ علامہ ابن کثیرؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

دوسری طرف تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے کہ جب رب کریم نے عیسیٰ مسیحؑ کو آسمان پر اٹھانے کا ارادہ کیا تو وہ اس وقت اپنے بارہ شاگردوں کے ساتھ ایک گھر میں موجود تھے۔ آپ نے اس وقت غسل فرمایا تھا اور آپ کے بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ اس وقت عیسیٰ مسیحؑ نے اپنے شاگردوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگرچہ تم میں سے کچھ لوگ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں مگر تم میں سے کچھ میرا انکار کریں گے۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ میرا ہم شکل بن جائے اور میرے بدلے قتل ہو اور پھر جنت میں میرا رفیق بن جائے۔ یہ روایت مزید بیان کرتی ہے کہ عیسیٰ مسیحؑ کو پیش گوئی کے مطابق کچھ شاگردوں نے بار بار ان کا انکار کیا تھا۔ پھر ان نصاریٰ کے تین گروہ ہو گئے۔ یہ تین گروہ نسطوریہ، یعقوبیہ اور مسلمان تھے۔ یعقوبیوں کا کہنا تھا کہ عیسیٰ مسیحؑ کی شکل میں خدا ہمارے درمیان تھا اور جب تک اس نے چاہا وہ ہمارے درمیان رہا اور پھر آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ نسطوری گروہ کا یہ عقیدہ تھا کہ عیسیٰ مسیحؑ درحقیقت خدا کا بیٹا تھا اور ایک زمانے تک وہ ہمارے درمیان رہا پھر خدا نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ تھا کہ عیسیٰ مسیحؑ اللہ کے بندے اور

رسول تھے۔ جب تک خدا نے چاہا وہ ہمارے درمیان رہے اور پھر ان کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اول الذکر گمراہ فرقوں نے مسیحیت میں غلبہ حاصل کر لیا تھا لہذا انہوں نے تیسرے فرقے "مسلمان" کو ظلم و جبر کے ذریعے دبانا شروع کیا۔ لہٰذا یہ گروہ کافی کمزور ہو گیا حتی کہ اللہ نے آخری نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا اور اسلام کو غالب کیا۔ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے اور نسائی شریف میں بھی حضرت ابو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت مروی ہے۔[۲۵]

اوپر گزری روایت کی تائید ابن اسحاقؒ سے منقول ایک اور روایت سے ہوتی ہے جہاں عیسیٰ مسیحؑ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں کہ کون جنت میں میرا رفیق بننا پسند کرے گا اور وہ یہاں دنیا میری جگہ قتل کر دیا جائے گا کیونکہ وہ میرا ہم شکل بن جائے گا۔ سرجس نامی ایک حواری نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میں اس کام کے لیے تیار ہوں۔ عیسیٰ مسیحؑ نے فرمایا کہ تم میری جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا تو عیسیٰ مسیحؑ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد یہودی اس گھر میں داخل ہوئے اور سرجس کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیا۔[۲۶]

اس قسم کی روایات عیسائیت کے موجودہ مذہبی ادب میں نہیں ملتی مگر محققین و علما کے مطابق یہوداہ اسکریوطی تھا جسے عیسیٰ مسیحؑ کی جگہ صلیب دی گئی۔[۲۷] یہوداہ اسکریوطی کا تعلق فلسطین کے عسکریت پسند یہودی جماعت کے قاتل ونگ سے تھا۔ یہ لوگ فلسطین پر رومی قبضے کے خلاف طویل عرصے سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ یہوداہ سکریوطی کے نام میں موجود اسکریوٹ کا لفظ اسی تعلق کو واضح کرتا ہے کیونکہ آرامی زبان میں "اسکار" ایک مخصوص خنجر کو کہا جاتا ہے جو یہودی عسکریت پسند اپنے لباس کے نیچے چھپا لیا کرتے تھے اور پھر موقع ملتے ہی یکدم اپنے شکار کو گھونپ کر بھاگ جاتے تھے۔ اسی خنجر کے نام کی وجہ سے اس گروہ کا نام "اسکریوٹ" پڑ گیا تھا۔[۲۸] رومی انتظامیہ اس گروہ سے سخت نالاں تھی اور ان کے خون کی پیاسی تھی۔ ان کی کاروائیوں کی وجہ سے رومیوں کو شدید نقصانات اٹھانا پڑے تھے لیکن رومی ان کو کوئی قابل ذکر نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ یہ اسکریوٹ نہایت بہادر اور سخت جسمانی مشقتیں کر کے اپنے جسم کو ٹھوس بنا کر رکھتے تھے اور اگر رومی کسی اسکریوٹ کو گرفتار کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے تو اس پر چاہے تشدد کے پہاڑ توڑ ڈالے جائیں مگر وہ اپنی زبان سے کوئی راز فاش نہیں کرتا تھا اور ہر قسم کے جبر و ظلم کو کچھ اس طرح سے برداشت کیا کرتے تھے کہ ان کو معمولی سا درد یا تکلیف بھی محسوس نہیں ہو رہی۔[۲۹] عیسیٰ مسیحؑ کے ساتھی یہوداہ اسکریوطی کا تعلق بھی اسی گروہ سے تھا مگر بعد میں وہ عیسیٰ مسیحؑ کی دعوت پر ایمان لے آیا تھا۔ یہوداہ اسکریوطی عیسیٰ مسیحؑ کو نہایت خاص شاگرد تھا اور یہوداہ اسکریوطی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کا ہمراز بھی تھا۔ عیسیٰ مسیحؑ نے جب اسے بشارت دی کہ وہ اپنی جان قربان کر دے تو اسے جنت ملے گی تو وہ اس سودے کے لیے فی الفور تیار ہو گیا۔ رومیوں نے سمجھا کہ یہی عیسیٰ مسیحؑ ہے چنانچہ انہوں نے یہوداہ کو گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا دیا جب کہ دوسری طرف یہوداہ اسکریوطی تھا جو ہر طرح کی تکلیف و مصیبتوں کو برداشت کرتا رہا حتی کہ اس نے صلیب پر جان دے دی مگر اپنے استاد اور نبی کا راز فاش نہیں ہونے دیا۔ یہوداہ کو صلیب پر لٹکا ہوا دیکھ کر یہودی اس خوش فہمی میں مبتلا تھے کہ انہوں نے عیسیٰ مسیحؑ کو صلیب دے کر قتل کر دیا ہے۔

تفسیر طبری میں ایک روایت مذکور ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات وحی کر دی گئی کہ جلد ہی ان کو دنیا سے اٹھا لیا جائے گا تو وہ گھبرا گئے۔ اس وقت آپ نے اپنے ساتھیوں کی دعوت کی اور رات کے کھانے پر سب کو بلوایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو عیسیٰ علیہ

السلام نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے ہاتھ دھوئے اور اپنے کپڑوں سے صاف کیے۔ حواریوں پر یہ سب گراں گزرا مگر عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو ڈانٹ دیا۔ اس کے بعد عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے ان کو نصیحت کرنا شروع کی اور انہیں کہا کہ وہ سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس گھڑی کو مؤخر کر دے۔ پھر سب نے مل کر دعا کرنا شروع کی مگر دعا کرتے کرتے سارے حواری ہی سو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کو اٹھاتے رہ گئے مگر ان میں سے کوئی بھی بیدار نہیں ہوا۔ اس وقت عیسیٰ مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ اب چرواہے کو قتل کر دیا جائے گا اور تمام بھیڑیں بکھر جائیں گی۔ ان الفاظ کے ساتھ انہوں نے مستقبل قریب میں آنے والے ممکنہ وقت کا خدشہ ظاہر کر دیا تھا۔ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی پیش گوئی کی کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص میرا انکار کر دے گا جب کہ دوسرا شخص مجھے چند سکوں کے عوض بیچ بھی دے گا۔ اس کے بعد وہ لوگ وہاں سے باہر نکلے تو عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہودیوں نے ان کے حواری شمعون کو گرفتار کر لیا مگر شمعون نے خود کو عیسیٰ علیہ السلام کا شاگرد تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام کے ایک شاگرد نے یہودیوں کے پاس جا کر پیشکش کی کہ اگر اسے پیسے دیئے جائیں تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کروا سکتا ہے۔ یہودیوں نے فی الفور اس کو پیسے دے کر خرید لیا اور اس نے عیسیٰ مسیحؑ کو گرفتار کروالیا۔ یہودی ان کو مارتے ہوئے پہاڑی پر لے گئے تا کہ ان کو صلیب پر لٹکا دیں۔ پہاڑی پر پہنچتے ہی اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ مسیحؑ کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کی جگہ کسی دوسرے شخص کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔[۳۰]

تفسیر ابن کثیرؒ کے مصنف کے مطابق یہ واقعہ درست نہیں اور غریب روایت ہے۔ اس روایت کے غریب ہونے کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس روایت کا بیشتر مواد اناجیل اربعہ میں موجود واقعہ صلیب سے مماثلت رکھتا ہے کیونکہ انجیلی روایات میں بھی عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگردوں کے پاؤں دھوتے ہیں[۳۱] اور پھر گتسمنی کے باغ میں عیسیٰ علیہ السلام ان کو نیند سے جگاتے بھی ہیں مگر سارے شاگرد سو جاتے ہیں۔[۳۲]

اس روایت کا اعتبار اس وجہ سے بھی نہیں کیا جا سکتا کہ اناجیل اربعہ بلحاظ صحت خود غریب ہیں تاہم اس روایت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے وقت آسمان پر اٹھالیا گیا تھا اور پھر ان کے بدلے کسی دوسرے شخص کو مصلوب کر دیا گیا جو ایک اندازے کے مطابق شمعون کرینی تھا۔ روایت کے اس آخری حصے کی تصدیق کے بارے میں ایک گواہی موجود ہے کہ صلیبِ مسیحؑ کے بارے میں ایسا نظریہ ایک قدیم عیسائی فرقے باصلیدیہ کا تھا جو یہ بات مانتے تھے کہ صلیب پر عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے شمعون کرینی نامی ایک شخص کو لٹکایا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا تھا۔[۳۳]

تفسیر ابن کثیر میں واقعہ صلیب کے بارے میں روایت ہے جس کے مطابق عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے ساتھ تیرہ افراد تھے جن میں ایک بندے کا نام سرجس تھا۔ یہی وہ بندہ تھا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ خود کو صلیب پر چڑھنے کے لیے پیش کیا تھا۔ جب عیسیٰ علیہ السلام کو فرشتوں نے آسمان پر اٹھالیا تو ان کے ساتھیوں کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا مگر جب ان کو گنا تو ان میں سے ایک فرد کم تھا۔ اس فرد کے کم ہونے کی وجہ سے یہودیوں کو شک ہوا اور ان میں اختلاف ہو گیا کیونکہ وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتے ہی نہیں تھے۔ اس وقت لیودس وکریاطا نے یہودیوں سے تیس درہم لیے اور ان سے کہا کہ جس کا میں بوسہ لوں گا تو سمجھ جانا کہ وہی عیسیٰؑ ہیں۔ جب وہ گھر کے اندر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور سرجس کی صورت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی چنانچہ یہوداہ اسکریوطی نے سرجس کو عیسیٰ سمجھ کر اس کا بوسہ لیا اور

یہودیوں نے سر جس کو پکڑ کر فوراً صلیب پر لٹکا دیا۔ اس واقعہ کے بعد لیودس وکریاطا (یہوداہ اسکریوطی) اپنے عمل پر بے حد شرمندہ ہوا اور اس نے خود کو پھانسی لگا کر ختم کر لیا۔ کچھ لوگوں کے مطابق جب لیودس وکریاطا عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کروانے کے لیے گھر میں داخل ہوا تو خود اس کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور یہودیوں نے یہوداہ کو ہی پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ لیودس وکریاطا چیختا رہا کہ وہ عیسیٰ نہیں ہے مگر یہودیوں نے اس کی بات کا اعتبار نہیں کیا اور اسے صلیب پر لٹکا دیا۔[۳۴] اس جیسی روایت برنباس کی انجیل میں موجود ہے جہاں اس بات کا تذکرہ ملتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ یہوداہ اسکریوطی کو صلیب دی گئی تھی۔[۳۵]

حیات ونزول مسیح علیہ السلام

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے بچا کر زندہ و جاوید حالت میں ملاء اعلیٰ کی طرف اٹھا لیا تھا۔ احادیث مبارکہ کے مطابق قیامت کا وقت قریب ہو گا تو حضرت عیسیٰؑ دنیا میں نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کے وفات پانے سے قبل وفات پا جائیں گے۔

"وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا۔"[۳۶]

"اور ان کی موت سے قبل ہر اہل کتاب ان پر ایمان لے آئے گا اور وہ بروز قیامت ان پر شاہد ہوں گے۔"

تفسیر ابن کثیر کے مطابق حضرت عیسیٰؑ دجال کو قتل کرنے کی خاطر زمین پر دوبارہ تشریف لائیں گے۔ اس وقت تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے اور صرف ملت اسلام باقی رہے گا جو کہ دراصل دین حنیف وملت ابراہیمی ہے۔ اس ضمن میں حافظ ابن کثیرؒ نے صحابہ کرامؓ اور تابعین سے مختلف روایات نقل کی ہیں جس کے مطابق رفع سے قبل اور بعدِ نزول اہل کتاب حضرت عیسیٰؑ پر شاہد ہوں گے۔ یہ قول حضرت ابن عباسؓ اور ابومالکؒ کا ہے۔ ایک اور رائے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے وقت موجود ہر اہل کتاب اپنی موت سے قبل حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے گا۔ یہ قول حضرت مجاہدؒ کا ہے جب کہ تیسرا قول حضرت عکرمہؒ کا ہے جس کے مطابق ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے گا۔ علامہ ابن کثیرؒ نے پہلے قول کو اختیار کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ اور ابومالکؒ کا ہے۔ قرآن کریم کی اسی آیت مبارکہ سے سیدنا عیسیٰؑ کی حیات اور نزول کا اثبات ہوتا ہے۔[۳۷]

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا ذکر سورۃ الزخرف میں بھی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ"[۳۸]

"اور بے شک وہ قیامت کی علامت ہے لہذا تم اس بات میں کوئی شک نہ کرنا اور میری ہی اطاعت کرنا پس یہی سیدھا راستہ ہے۔"

حضرت حسن بصریؒ کے قول کے مطابق اس آیت میں "انہ" ضمیر قرآن کریم کی طرف راجح ہے یعنی قرآن مجید سے ہی قیامت کا علم ملتا ہے تاہم حضرت علامہ ابن کثیرؒ نے اس تعبیر کو غلط قرار دیا ہے۔ قرآن کریم کے علاوہ احادیث مبارکہ میں بھی نزول عیسیٰؑ کا ذکر وارد ہوا ہے جن میں سے چند احادیث بطور استدلال درج ہیں۔

"قال لا تقوم الساعه حتى ينزل عيسىٰ ابن مريم عليه السلام"[۳۹]

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول نہ ہو جائے۔"

اسی طرح بخاری شریف میں سیدنا عیسیٰؑ کے بارے میں حدیث مبارکہ مرقوم ہے کہ

"عن رسول اللہﷺ قال: لا تقوم الساعه حتی ىنزل فىکم ابن مرىم حکما مقسطا"[40]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت کا قیام نہیں ہو گا جب تک بی بی مریمؑ کے فرزند تم میں عادل حکمران بن کر نازل نہ ہو جائیں۔"

بخاری شریف میں اس حوالے سے ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے کہ

"قال کىف انتم اذا نزل ابن مرىم فىکم و امامکم ومنکم"[41]

"حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس وقت تمہارا کیا عالم ہو گا کہ جب مریم کے فرزند عیسیٰؑ تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام اس وقت تمہاری ہی قوم کا ایک فرد ہو گا۔"

سیدنا عیسیٰؑ کا آسمان سے نازل ہونا قیامت کی بڑی علامتوں میں سے ایک علامت ہے جیسا کہ احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ

"عن حذىفه بن اسىد الغفاری قال اطلع النبی صلی اللہ علىه وسلم علىنا و نحن نتذاکر ،-----و نزول عىسیٰ ابن مرىم صلی اللہ علىه وسلم،-----الی محشرھم"[42]

"حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے جب ہم آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر ذکر فرمایا دھوئیں کا، دجال کا، زمین کے جانور کا، آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کا، حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا، یاجوج ماجوج کے نکلنے کا، تین بار زمین دھنسنے کا اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو یمن سے نکال کر شام کی طرف لے جائے گی۔"

احادیث مبارکہ میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت حلیہ مبارک بھی مذکور ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین کوئی نبی نہیں ہے اور وہ جلد ہی نازل ہونے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو گے تو پہچان لو گے کہ وہ ایک میانہ قد انسان ہیں۔ ان کا رنگ سرخی مائل سفید ہے۔ وہ دو زرد رنگ کے کپڑوں میں ملبوس ہوں گے اور ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے کہ گویا پانی ٹپک رہا ہو حالانکہ ان کے بال بھیگے بھی نہ ہوں گے۔[43]

حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں چالیس سال تک رہیں گے جس کے بعد آپؑ کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان آپؑ کا جنازہ پڑھیں گے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے

"فىمکث فی الارض اربعىن سنه ثم ىتوفی فىصلی علىه المسلمون"[44]

AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL
Vol.3, No.3, Sep-2023.
Page no: 93-105

”حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں چالیس برس تک رہیں گے پھر ان کی وفات ہو جائے گی اور مسلمان ان کی جنازے نماز پڑھیں گے۔“

اپنے اس چالیس سالہ دور حکومت میں حضرت عیسیٰؑ شادی بھی کریں گے اور آپؑ کی اولاد بھی ہو گی۔ آپ کے حکمرانی کے دور میں زمین پر خیر وبرکت اور عدل وانصاف کا یہ عالم ہو گا کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پینے کے لیے جمع ہوں گے اور گناہ وشرارت کرنے والے مغلوب ہو جائیں گے۔[۴۵]

حوالہ جات

[۱] کلام مقدس، اشاعت دہم (کاتھولک بائبل کمیشن پاکستان، ۲۰۱۵)، پیدائش ۳ :۱۳.

[۲] کلام مقدس ، متی ۳۳:۱۳.

[۳] رموز تالمود، آرٹیکل ۲، شق نمبر ۲۷

[۴] کلام مقدس ، متی ۲۳:۳۳-۲۹.

[۵] کلام مقدس ، مرقس ۱۱:۱۸-۱۵.

[۶] کلام مقدس ، مرقس ۲:۶-۵، متی ۲۶:۶۵-۶۳.

[۷] کلام مقدس ، متی ۱۳:۲.

[۸] کلام مقدس ، متی ۲۷:۲۳.

[۹] قاضی محمد سعید، رموزِ تالمود: بابت مسیحی ومسیحیت (لاہور: اسلامی مشن سنت نگر، ۱۹۸۳)، ص ۳۴.

[۱۰] محمد سعید، ص ۴۵-۴۴.

[۱۱] القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت ۱۵۷-۱۵۶.

[۱۲] مولانا عبد الماجد دریابادی، تفسیر القرآن (کراچی: تاج کمپنی)، ص ۱۶۹.

[۱۳] مولانا عبد الماجد دریابادی، ص ۱۷۰.

[14] Louay Fatoohi, *The Mystery of the Crucifixion* (Birminghum, UK: Luna Plena Publishing, 2008), 99–100.

[15] Fatoohi, 100–101.

[۱۶] غلام احمد حریری، تاریخ تفسیر ومفسرین، نہم (فیصل آباد: ملک سنز پبلشرز، ۱۹۹۹)، بار ہفتم، ص ۱۵۸.

[۱۷] حریری، ص ۱۷۳.

[۱۸] حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: پیر کرم شاہ الازہری (لاہور: ضیاء القرآن، ۲۰۰۴)، ج ۱، ص ۱۷.

[۱۹] مولانا محمد تقی عثمانی، علوم القرآن (کراچی: مکتبہ دار العلوم کراچی)، ص ۳۴۶-۳۶۵.

[۲۰] سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن (لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت، ج ۱، ص ۴۲۰.

[۲۱] امام فخر الدین محمد رازی، تفسیر الفخر الرازی المشتہر بالتفسیر الکبیر ومفاتح الغیب (بیروت: دارالفکر، ۱۹۸۱)، الجزء الثامن، ص۷۳-۷۲.

[۲۲] مولانا عبدالحلیم انصاری، مترجم:، انجیل برنباس (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۳)، ص۴۲۴-۴۲۲.

[۲۳] لابی جعفر محمد ابن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، بدار ھجر: مرکز البحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ، الطبعۃ الاولیٰ، ۲۰۰۲ء، الجزء السابع، ص۶۵۱

[24] Elaine Pagels and Karen L. King, *Reading Judas: The Gospel of Judas and the Shaping of the Christianity* (New York: Penguin Books, 2013), 3.

[۲۵] حافظ عمادالدین ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، مترجم: علامہ محمد میمن جوناگڑھی (کراچی: نور محمد کتب خانہ)، ص۶۶۲.

[۲۶] لابی جعفر محمد بن جعفر الطبری، جامع البیان عن تاویل القرآن ای القرآن، ص۶۵۶-۶۵۷

[27] Shaikh Muhammad Hafeez, *Jesus The Search for Truth* (Islamabad: Interfaith Publication, 1995), 150.

[28] RIchard A. Horsley and John S. Hanson, *Bandits, Prophets & Massiahs: Popular Movements in the Time of Jesus* (New York: Winston Press, 1985), 200.

[29] Horsley and Hanson, 215.

[۳۰] الطبری، لابی جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل ای القرآن، ص۶۵۱-۶۵۳

[۳۱] کلام مقدس، یوحنا۱۳: ۱۲-۴.

[۳۲] کلام مقدس، متی۲۶: ۴۵-۴۰.

[۳۳] مولانا عبدالماجد دریابادی، تفسیر الماجدی (لاہور: پاک کمپنی)، ص۱۶۹.

[۳۴] کثیر، تفسیر ابن کثیر، ص۶۶۲.

[۳۵] انصاری، انجیل برنباس، اشاعت اول، ص۴۲۴-۴۲۲.

[۳۶] القرآن الکریم، سورۃ النساء، آیت۱۵۹.

[۳۷] کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج۱، ص۷۰۸-۷۰۶.

[۳۸] القرآن الکریم سورۃ الزخرف، آیت ۶۱.

[۳۹] ابن مندہ، الایمان، ذکر وجوب الایمان، نزول عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام، ص۵۱۲

[۴۰] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الظالم، باب کسر الصلیب، حدیث۱۵۵۶

[۴۱] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث نمبر۳۴۴۹

[۴۲] صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات الساعۃ، حدیث نمبر۲۹۰۱

[۴۳] المستدرک علی الصحیحین، کتاب تواریخ المتقدمین من الانبیاء والمرسلین، باب ذکر نبی اللہ وروحہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا، حدیث نمبر۴۱۶۳

[۴۴] ابوداؤد، سلیمان ابن اشعث سجستانی، المکتبۃ العصریہ، بیروت، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، حدیث نمبر۴۳۲۴

[۴۵] قصص القرآن، ج۴، ص۳۹۶